# رِبا الفَضل

مرزا عمران حیدر ☆

معیشت کو جو چیز اسلامی طرزِ زندگی سے نکال کر غیر اسلامی بناتی ہے ان میں سب سے بنیادی چیز سود ہے۔ سود کے بارے میں شارع علیہ السلام نے اس قدر زجر و توبیخ فرمائی ہے کہ ایک مسلمان اس کے تصور سے ہی کانپ جاتا ہے۔ سود کی عمارت کن اصولوں پر قائم ہے' شریعت اسلامیہ نے واضح طور پر ان کی نشاندہی کر دی ہے۔ حالات اور معاملات کی تبدیلی کے ساتھ ان اصولوں کو استعمال کر کے سودی اور غیر سودی معاملے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

ربا کا لغوی معنی ہے نمو پانا' زیادہ ہونا' بلند ہونا' اضافہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ (آل عمران:۲۷۶)

''وہ (اللہ) صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

امام راغب اصفہانی نے فرمایا:

**هو الزيادة على رأس المال**

''اصل سرمائے پر اضافے کو ربا کہتے ہیں''۔

حدیث میں اس کا مترادف لفظ الرما بھی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔

علماء نے سود کی جو تعریفات بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ خاص اشیاء کے باہمی تبادلے میں اضافہ یا وقت کے عوض قرض میں اضافہ سود کہلاتا ہے۔

لفظ ربا کی لغوی تعریف پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کا اضافہ سود کہلائے گا' حتیٰ کہ تجارت سے حاصل ہونے والا جائز منافع بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ لیکن قرآن مجید نے ربا اور تجارت کے درمیان لغوی معنی میں متحد ہونے کے باوجود ان کی حقیقت' اثرات اور نتائج میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا:

☆ شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (آل عمران:۲۷۵)

''اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''

یہ آیت دراصل ان مشرکین مکہ کا جواب ہے جنہوں نے ربا اور تجارت کی لغوی اور ظاہری صورت دیکھتے ہوئے کہا:

﴿اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ (آل عمران:۲۷۵)

''یقیناً تجارت بھی سود کی طرح ہی ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ تجارت کو سود (ربا) کی مانند قرار دینا یا سود کو تجارت کی طرح قرار دینا یا اس پر قیاس کرنا دراصل ایک ہی بات ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے سختی سے ردّ فرمایا ہے اور ایسے انسان کو شیطانی مَس سے حواس باختہ قرار دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لغوی طور پر تجارت اور سود کے ایک طرح کا ہونے کے بعد ان میں فرق کیسے کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل:٤٤)

''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔''

نبیٔ رحمت ﷺ نے اپنے قرآنی منصب کے تحت اس وضاحت کا حق ادا فرما دیا ہے اور مسائل کو اس طرح نکھارا ہے جس سے حق اور باطل میں تمیز ہوگئی ہے اور ہر چیز کی حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کے سود کو ربا ہی قرار دیا ہے۔ قرآن وحدیث میں جہاں بھی لفظ ربا آئے گا وہ سود کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

علماء نے ربا کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) ربا الفضل (۲) ربا النسیئہ

## (۱) ربا الفضل

سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک یا ان جیسی چیزوں میں سے کسی ایک جنس کے اپنی جنس میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلے کو ربا الفضل کہتے ہیں۔ ایسی چیزوں کو ربویات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیا ربا الفضل سود ہے؟ اس مسئلہ میں متقدمین میں تو کوئی اختلاف نہیں' البتہ دورِ حاضر میں علماء کے دو گروہ ہیں۔

(i) جمہور علماء کہتے ہیں کہ ربا الفضل سود ہے۔(۱)

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ ربا الفضل کے سود ہونے کے قائل نہیں' وہ صرف ربا النسیئہ کو سود قرار دیتے ہیں۔(۲)

البتہ عقل پرست اور منکرین حدیث اس کے سود ہونے کے قائل نہیں۔

## جمہور کے دلائل: قرآن سے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (آل عمران:۲۷۵)

''اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''

الربا میں الف لام استغراق کا ہے۔یعنی ہر طرح کا سود حرام ہے' جس معاملے پر بھی ربا کا اطلاق ہوگا وہ سود ہے۔علامہ آلوسی نے فرمایا:

''یہ آیت ہر ربا اور ہر بیع کے لیے ہے' اِلّا یہ کہ کسی ربا کو خاص کرنے کی دلیل مل جائے''۔(۳)

دوسری بات یہ ہے کہ یہ آیت مجمل ہے۔اس کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ لہٰذا صحیح احادیث سے ربا الفضل کی حرمت ثابت ہے۔

## احادیث سے دلائل

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ)) (۴)

''سونا سونے کے بدلے' چاندی چاندی کے بدلے' گندم گندم کے بدلے' جو جو کے بدلے' کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر اور نقد و نقد ہوں۔ جب یہ اصناف مختلف ہوں تو پھر نقد کی صورت میں جیسے چاہو تجارت کرو۔''

اس حدیث طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء میں کسی جنس کے باہمی تبادلے کی صورت میں برابر ہونے کی صراحت فرمائی۔مزید تاکید پیدا کرنے کے لیے الفاظ کو تکرار کے ساتھ استعمال کیا ہے۔مثلاً مثل کی ''سواءً بسواءٍ'' کے ساتھ تاکید فرمائی ہے۔کمی بیشی کی

اجازت مختلف اصناف کی صورت میں دی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چھ چیزوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

((مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى الْآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيْهِ سَوَاءٌ)) (۵)

''یہ چیزیں برابر برابر اور نقد ہوں' جس نے زیادہ دیا یا طلب کیا یقیناً اس نے سود لیا' لینے اور دینے والا دونوں اس میں برابر ہیں۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے پوری طرح وضاحت فرما دی کہ ان ربویات میں زائد طلب کرنے والا اور ادا کرنے والا دونوں سودی ہیں۔ ربا الفضل کی حرمت کو ثابت کرنے والی احادیث مسلم کے علاوہ صحیح بخاری' سنن الترمذی' سنن النسائی' ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی موجود ہیں۔ منکرین حدیث اور متجددین سے جب ان احادیث کا کوئی جواب نہیں بن پاتا تو وہ احادیث کی صراحت کو بعد کے راویوں کا اضافہ قرار دے کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دعویٰ کی دلیل چاہیے جو کسی کے پاس نہیں ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ صحیح اور مرفوع احادیث ربا الفضل کی حرمت میں نص ہیں۔ اس موقف سے انحراف کا شمار دین میں تحریف اور باطل تأویلات میں ہوگا' جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

## اجماع

ربا الفضل کے سود ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔

(۱) امام نووی نے فرمایا:

**واجمعوا على انه لا يجوز بيع الربوى بجنسه واحدهما مؤجل' وانه لا يجوز التفاضل اذا بيع بجنسه والا كالذهب بالذهب** (۶)

''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ربویات کا اپنی جنس میں ادھار اور اضافے کے ساتھ تبادلہ جائز نہیں ہے' جیسا کہ سونے کو سونے کے بدلے''۔

(۲) امام قرطبی نے فرمایا:

**اجمع العلماء على ان التمر بالتمر لا يجوز الا مثلا بمثل** (۷)

''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کھجور کھجور کے بدلے صرف اس وقت جائز ہے جب

برابر برابر ہو' اس کے علاوہ جائز نہیں''۔

یہ پہلے گروہ کے دلائل تھے جس کے مطابق ربا الفضل سود ہے۔ دوسرے قول کی نسبت حضرت ابن عباسؓ کی طرف کی جاتی ہے کہ ربا الفضل سود نہیں' بلکہ سود صرف ربا النسیئہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابتدا میں اس کے قائل تھے لیکن بعد میں انہوں نے اس قول سے رجوع فرمالیا۔ ابونضرہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بیع الصرف کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے اس میں کوئی حرج نہ سمجھا۔ پھر میں ابوسعید خدریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ان سے بیع الصرف کے بارے میں پوچھا تو فرمایا جو اضافہ ہوگا وہ سود ہے۔ میں نے ابن عباس اور ابن عمر کے قول کی بنیاد پر اس کا انکار کیا تو ابوسعید خدری نے فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی بات بیان کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجوروں والے ایک صاحب عمدہ قسم کی ایک صاع کھجوریں لے کر آئے' نبی ﷺ کی کھجوریں دوسرے رنگ کی تھیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے جواب دیا میرے پاس دو صاع کھجوریں تھیں جن کے بدلے میں مَیں یہ ایک صاع خرید کر لایا ہوں' بازار میں اس کی قیمت یہ اور اس کی قیمت یہ تھی' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَيْلَكَ اَرْبَيْتَ' اِذَا اَرَدْتَ ذٰلِكَ فَبِعْ تَمْرَكَ بِسِلْعَةٍ ثُمَّ اشْتَرِ بِسِلْعَتِكَ اَىَّ تَمْرٍ شِئْتَ)) ''اللہ کے بندے تم نے سودی معاملہ کیا ہے' جب تم ایسا کرنا چاہو تو اپنی کھجوروں کو قیمت کے ساتھ بیچو پھر اپنی رقم کے ساتھ جو چاہو کھجور خریدو''۔ ابوسعید نے فرمایا کیا کھجور کے بدلے کھجور زیادہ سود بنتے ہیں یا چاندی کے بدلے چاندی؟ فرمایا پھر میں ابن عمر کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے منع کر دیا۔ میں ابن عباس کے پاس نہ آیا۔ پھر مجھے ابوالصہباء نے بتایا کہ میں نے مکہ میں ابن عباس سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے ناپسند کیا۔(۸) اس میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ربا الفضل کو جائز قرار دینے والے قول سے رجوع کی دلیل ہے۔

اگر عبداللہ بن عباسؓ کا رجوع نہ بھی ثابت ہو پھر بھی بعد کے اجماع سے ان کا رجوع کرنا ثابت ہو جاتا ہے۔

## ربا الفضل کے سود ہونے کی علت

ربا الفضل کی علت کا تعین اور اس کے اثرات ایک مستقل موضوع ہے۔ ہم تفصیل میں

جانے کے بجائے اختصار کے ساتھ صرف تعارف پیش کرتے ہیں۔ ربا الفضل کی علت کی تعیین کے بارے میں بنیادی طور پر علماء کے دو گروہ ہیں۔

(i) اہل ظاہر اور چند دیگر علماء کہتے ہیں کہ حدیث میں موجود صرف چھ اشیاء میں تفاضل کے ساتھ تبادلہ سود ہے' اس کے علاوہ سود نہیں ہے۔ اگر اس کا طعم (کھانا) یا موزون ہونا حرمت کی وجہ ہوتی تو شارع علیہ السلام صراحت فرما دیتے کہ **لا تبیعوا المکیل بالمکیل** ''تولنے والی چیز کو تولنے والی چیز کے عوض نہ بیچو''۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہیں فرمایا۔ لہٰذا سود صرف ان چھ چیزوں تک محدود ہے۔[۹]

(ii) ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک سود ان چھ چیزوں میں بند نہیں بلکہ قیاس کے ذریعے دیگر ربویات کا علم حاصل کیا جائے گا۔

ان علماء کا پھر ربا الفضل کی علت کے تعین میں باہمی اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناپ' تول اور اتحادِ جنس علت ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ثمن ہونا اور خوراک ہونا علت ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک قیمتی مال (سونا' چاندی) اور ایسی چیزیں جن کا بقائے حیات سے تعلق ہے' علت ہے۔

علت کے مختلف ہونے کا اثر لامحالہ عملی مسائل پر پڑے گا اور لازماً کچھ ایسی چیزیں ہوں گی جو ایک امام کے نزدیک سود ہیں اور دوسرے کے نزدیک وہ سود نہیں۔ اس اختلاف کا یہ مطلب نہیں کہ ربا الفضل کا سود ہونا ہی سوالیہ نشان بن جاتا ہے اور اس سے دین کا مذاق اڑایا جائے۔ یا اسلاف وائمہ کرام کو تضحیک واستہزاء کا نشانہ بنا کر ان کی آراء کو بے وقعت قرار دیا جائے۔ اس اختلاف کا مطلب ہے کہ حدیث میں موجود چھ اشیاء اور وہ اشیاء جن کے سود ہونے پر تمام کا اتفاق ہے' ان کے تفاضل کے ساتھ تبادلے کے سود ہونے میں کوئی شک نہیں' یہ اتفاقی بات ہے۔ اور وہ اشیاء جو بعض کے نزدیک سودی اور بعض کے نزدیک غیر سودی ہیں اور یقیناً ایسی اشیاء بہت کم ہیں' مثلاً انڈے' کیلے وغیرہ' تو ان تمام اشیاء کا شمار مشکوک چیزوں میں ہوگا۔ اسی کے بارے میں حضرت عمرؓ کا قول ہے:

فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيبَةَ

''سود اور مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو''۔

## ربا الفضل کی عملی صورتیں

ربا الفضل کا اطلاق تجارت میں بارٹر سسٹم پر ہوتا ہے۔یعنی اشیاء کا باہمی تبادلہ۔ اسی طریقہ کار سے تجارت کا آغاز ہوا اور آج تک تمام تر ترقی و جدیدیت کے باوجود یہ طریقہ جاری و ساری ہے۔ شریعت نے ربا الفضل کے بارے میں جو اصول دیے ہیں وہ قیامت تک کے لیے ہیں۔ انداز جو بھی ہو' اس میں تبدیلی آ سکتی ہے' لیکن ربا الفضل کے اصولوں کے اطلاق کے ساتھ ہی اس پر سود کا حکم لگایا جائے گا۔ آج کل روٹین کی معمولی اشیاء کے علاوہ سونے چاندی اور کرنسی کے کاروبار میں سب سے زیادہ ربا الفضل پایا جاتا ہے۔

ایک ہی جنس کا تبادلہ کرتے وقت کمی بیشی کی جاتی ہے۔ ربا الفضل کی یہ صورت گھروں سے لے کر تجارتی سطح تک پھیلی ہوئی ہے۔

نئے اور پرانے زیورات کا تبادلہ تفاضل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح زیورات کی واپسی کے وقت کٹوتی بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ ایک ہی ملک کی کرنسی کی خرید و فروخت میں بھی یہ صورت پائی جاتی ہے۔ اس طریقہ کا اس قدر رواج ہے کہ بس سٹاپ اور چوکوں میں لوگ نو روپے کے سکے دے کر دس روپے وصول کرتے ہیں۔

افراطِ زر کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے انڈیکسیشن کا طریقہ اختیار کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے یا نہیں' اس سے قطع نظر علماء نے ادھار یا بیع المؤجل میں ہم جنس اشیاء میں تفاضل کے ساتھ لین دین کو بھی ربا الفضل ہی کی ایک صورت قرار دیا ہے۔ نا معلوم آئندہ وقتوں میں اس کی کون کون سی نئی صورتیں سامنے آئیں!

دورِ حاضر کے بعض دانش وروں کی طرف سے ربا الفضل کے حوالے سے ایک یہ اشکال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ عملی زندگی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک کلو عمدہ کھجور کو ایک کلو معمولی کھجور کے عوض بیچ دیا جائے' کوئی احمق ہی ایسا کر سکتا ہے۔(۱۰) اچھی کھجور کو حاصل کرنے کے لیے معمولی کھجور لازمی طور پر زیادہ مقدار میں دینی پڑے گی۔

ہمارے خیال میں اس طریقہ کو احمقانہ کہنا ہی احمقانہ بات ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت اسلامیہ پر معترض عملی زندگی اور دنیا سے بالکل نابلد ہے۔ سمجھانے کی خاطر صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ گڑ پرانا ہونے کے ساتھ اپنی رنگت اور ذائقہ کھو دیتا ہے۔ اس کا استعمال کھانے کے لیے مناسب نہیں سمجھا جاتا لیکن یہی گڑ جانوروں کے لیے بطور علاج بھی استعمال ہوتا

ہے۔ اب اگر یہ گڑ ایک کلو موجود ہو تو خریدنے والا کس قیمت پر خریدے گا؟ ظاہری بات ہے کہ بہترین گڑ کی قیمت تو کجا وہ اس سے کہیں زیادہ قیمت پر اس کو خریدنے کے لیے تیار ہوگا۔

آج کے جدید اکنامکس کے دور میں اس بات کو سمجھنا تو اور بھی آسان ہے۔ آج کسی چیز کی قیمت کا تعین صرف اس کی عمدگی اور معمولی پن کی بنیاد پر ہی نہیں بلکہ اس کی طلب اور رسد کے اصول پر بھی کیا جاتا ہے۔ کتنی ہی معمولی اشیاء کی قیمت طلب بڑھنے پر قیمتی اشیاء کے برابر بلکہ بسا اوقات ان سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔

## ربا الفضل کے حرام ہونے کی حکمتیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(۶۵)﴾ (النساء)

''آپ کے ربّ کی قسم! یہ لوگ اُس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم نہیں بنا لیتے' پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر دل میں تنگی بھی محسوس نہیں کرتے اور مکمل فرماں برداری کرتے ہیں۔''

اگر کسی ناقص انسانی عقل میں فرمان نبوی کی حکمت و علت سمجھ میں نہیں آتی تو اس میں دین اور حدیث نبوی کا کیا قصور ہے؟ بلکہ ایمان و یقین کا تقاضا ہے کہ حکم نبویؐ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ یہی قرآنی تقاضا ہے' جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے۔ تاہم پھر بھی ہم ربا الفضل کے حرام ہونے کی حکمتیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) حدیث میں مذکور چھ اشیاء اور ان پر قیاس کی جانے والی اشیاء معاشرے میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ زندگی بسر کرنے میں لوگ ان پر انحصار کرتے ہیں۔ ان اشیاء میں باہمی تبادلے کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر کوئی ایک ہی جنس کی اسی جنس سے تبدیلی چاہتا ہے تو یہ صرف فضول خرچی کی غرض سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایک جنس کی مختلف اقسام سے ایک ہی فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ اسراف شریعت میں ناپسندیدہ ہے' اس لیے اس سے بچانے کے لیے ان اشیاء میں باہم تبادلے کے وقت مثل کی شرط لگا دی گئی ہے۔

(۲) لوگوں کے اموال کی حفاظت کے لیے انہیں کسی قسم کے دھوکے اور فراڈ سے محفوظ رکھنا مقصود ہے۔ عمدہ اور ہلکی چیز کو ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کرتے وقت ان کی قیمت کے

اعتبار سے ان کی پوری پوری مقدار کا درست اندازہ لگانا مشکل ہے۔اس لیے حکم دیا گیا کہ پہلے رائج کرنسی کے ساتھ ایک کو بیچو جس سے اس کی صحیح مارکیٹ کے مطابق قیمت مل جائے گی' اب اس قیمت سے دوسری چیز خریدلو' تا کہ معاملہ بالکل شفاف طریقے سے مکمل ہو جائے۔اس حکمت کو ربا الفضل کے جواز کے قائلین بھی تسلیم کرتے ہیں۔(ماہنامہ اشراق' فروری ۲۰۰۷ء' ص ۳۲)

(۳) ربا الفضل کا معاملہ بڑھتے بڑھتے ربا النسیئہ تک لے جاتا ہے۔ربا النسیئہ سے بچانے کے لیے سدّ ذریعہ کے طور پر ربا الفضل کو بھی حرام قرار دے دیا گیا۔

دورِ حاضر کے بعض دانشور ربا الفضل کو سود نہیں سمجھتے۔وہ اس کی حرمت کے قائل نہیں۔ اب ہم ان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں:

## ربا الفضل کی حلت کے قائلین کے دلائل:

یہ لوگ قرآن مجید کی اس آیت کو دلیل بناتے ہیں:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (آل عمران:۲۷۵)

''اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے''۔

یہاں الربا میں **ال عهدی** ہے اور اس سے مراد وہ ربا ہے جو جاہلیت میں لیا جاتا تھا اور وہ ربا النسیئہ ہے۔قرآن میں اسی ربا کا تذکرہ آیا ہے۔یہی قرآنی ربا ہے جس کو حرام قرار دیا گیا' جبکہ ربا الفضل سود نہیں۔(اشراق' فروری ۲۰۰۷' ص ۳۶)

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جو ربا معروف تھا اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے کو کچھ مال ایک معینہ مدت کے لیے بطور قرض دیتا اور اس پر شرط عائد کرتا کہ مدیون ہر مہینہ دائن (قرض دینے والے) کو ایک مقرر مقدار دے گا اور رأس المال مدیون کے ذمہ باقی رہتا۔جب قرض کی ادائیگی کا وقت گزر جاتا تو دائن رأس المال کو اس سے طلب کرتا۔اگر وہ ادائیگی نہ کر سکتا تو دائن میعاد اور رأس المال دونوں میں اضافہ کر دیتا اور حسب سابق ہر مہینے معین مقدار وصول کرتا۔اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا۔[۱۱]

عربوں کے ہاں سود کی دوسری صورت یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے کو ایک مقررہ مدت کے لیے سود دیتا' جب مدت ختم ہو جاتی تو قرض خواہ قرض دار سے کہتا کہ تم قرض ادا کرو گے یا اس میں اضافہ منظور ہے؟ اگر وہ قرض ادا کرتا تو معاملہ ختم ہو جاتا ورنہ دائن اپنے رأس المال میں اضافہ کر دیتا اور مہلت بڑھا دیتا[۱۲]۔ ہمارے ہاں یہ طریقہ قرضہ ری شیڈول کرنے کے نام

سے معروف ہے۔

یقیناً یہ طریقے عرب میں رائج تھے۔ قرآن نے ان طریقوں کو حرام قرار دیا لیکن ان کو سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت کے ساتھ حرام نہیں کیا گیا۔ ان کی حرمت کی دلیل سورۂ آل عمران کی یہ آیت مبارکہ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ (آل عمران: ۱۳۰)

''اے ایمان والو! سود کو بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ۔''

یہ آیت جو سورۃ البقرۃ کی آیت سے پہلے نازل ہوئی' اس کے ذریعے عربوں میں رائج سود کے طریقوں کو پہلے ہی حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ رہی سورۃ البقرۃ کی آیت جو نازل ہونے والی آخری آیات میں سے ہے' تو اس کے ذریعے سود کی دیگر تمام صورتیں بھی حرام قرار دے دی گئی ہیں جن میں ربا الفضل بھی شامل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ آخِرَ مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرِّبَا وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيْبَةَ [۱۳]

''آخری نازل ہونے والی آیات میں سے آیت ربا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی وضاحت کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے لہٰذا تم سود اور شک کو چھوڑ دو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے عرب میں رائج سود کی حرمت واضح تھی۔ وہ تو اس کے علاوہ دیگر اقسام اور صورتوں کی مزید وضاحت چاہتے تھے' پھر خود ہی فرما دیا کہ واضح سود اور سود کا شائبہ رکھنے والی مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو۔

ربا الفضل کے عدم سود ہونے کی دوسری بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جن احادیث میں ربا الفضل کا تذکرہ ہے ان میں نہی حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے' لہٰذا ربا الفضل کو مکروہ تو کہہ سکتے ہیں حرام یا سود نہیں۔ دیگر احادیث سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

بخاری میں حضرت اسامہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا رِبًا اِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ)) [۱۴]

''ادھار کے علاوہ ربا میں سود نہیں ہے۔''

اسی طرح مسلم کی روایت میں ہے:

((اِنَّمَا الرِّبَا فِی النَّسِیئَةِ)) (۱۵)

''سودتو صرف ادھار میں ہے۔''

صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((لَا رِبًا فِیمَا کَانَ یَدًا بِیَدٍ))

''نقد معاملے میں سود نہیں ہے''۔

ان احادیث کا صحیح مقام و مفہوم متعین کرنے کی ضرورت ہے اور یہ احادیث وضاحت کی محتاج ہیں۔ دیگر دلائل کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی کا مطلب اخذ کرنا درست نہیں ہے۔

واضح' صریح' مشہور احادیث سے ربا الفضل کا سود ہونا ثابت ہے۔ ان احادیث کے مقابلے میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختلف جنس کی چیزوں میں کمی بیشی کو درست قرار دیا اور ان میں سود صرف اس وقت ہوگا جب معاملہ ادھار کا ہو۔ لہٰذا یہ جواز کی احادیث مختلف اجناس کے بارے میں ہیں نہ کہ ایک جنس کی کمی بیشی کے ساتھ تبادلے کے بارے میں۔ اگر ایک جنس برابر سرابر ہو تو نقد درست ہے اور ادھار ناجائز ہے' یا پھر یہ اصول غیر ربویات اشیاء کے بارے میں ہے۔

رہی بات کلمہ حصر کی تو یہ حصر اضافی ہے حقیقی حصر نہیں ہے۔ کلامِ عرب میں اس کا استعمال معروف ہے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے:

**لا عالم فی البلد الا زید**

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شہر میں زید جیسا کوئی عالم نہیں ہے۔ کمال کی نفی ہے ذات کی نفی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ ربا النسیہ جو بڑا سود ہے تمام اموال میں ہر وقت پایا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ربا الفضل ہے جو نادر ہے۔ یہ بھی سود ہی ہے' سود سے خارج نہیں۔

ان احادیث کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ یہ منسوخ ہیں۔ ان کے ترکِ عمل پر اُمت کا اتفاق ہے۔ علماء کا ان پر عمل نہ کرنے پر اجماع کر لینا ہی ان کے منسوخ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں ترجیح کے اصولوں کے مطابق حرمت ربا الفضل کی احادیث کو ترجیح حاصل ہے۔

ربا الفضل کو عدم سود ٹھہرانے کے لیے احادیث میں وارد نہی کو کراہت پر محمول کر کے

اسے حرام کی بجائے مکروہ کہا جاتا ہے۔ عربی میں اس اصول کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اس بات کا احتمال تھا' جیسا کہ امیر معاویہؓ بھی یہی سمجھے' لیکن ان کے سامنے حدیث کی صراحت آ گئی تو حقیقت حال ان پر کھل گئی۔ امیر معاویہؓ نے سونے یا چاندی کا برتن اس کے وزن سے زیادہ مقدار کے عوض میں بیچا تو ابودرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا الاّ یہ کہ برابر برابر ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتا۔ ابودرداءؓ کہنے لگے: **من یعذرنی من معاویة** ۔''مجھے معاویہ سے کون بچائے گا؟'' میں اسے رسول اللہ ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتاتا ہے۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے آئے اور اس واقعہ کی خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

**الا تبع ذلك الا مثلا بمثل ووزنا بوزن** (١٦)

''اس طرح فروخت نہ کرو بلکہ برابر برابر ہم وزن میں فروخت کرو''۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت نہ کی تھی بلکہ وہ اس نہی کو کراہت پر محمول کر رہے تھے۔ اور اسی لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول نہیں کیا بلکہ صحیح مسئلہ کی وضاحت فرما دی۔

صحیح بخاری میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ بلالؓ برنی کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ آپؐ نے پوچھا: ''کہاں سے لائے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: میرے پاس ردی کھجوریں تھیں' اس کے دو صاع دے کر یہ ایک صاع آپ کے کھانے کے لیے لایا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو عین سود ہے' ایسے نہ کرو۔ جب تم نے ایسا کرنا ہو تو پہلے اپنی کھجور کسی دوسرے کو بیچو پھر اس سے کھجور خریدو''۔ (١٧)

اس حدیث کے بعد ربا الفضل کے سود ہونے میں کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ رسول اللہ ﷺ پوری صراحت کے ساتھ اور سخت انداز میں تنبیہ فرما رہے ہیں کہ یہ تو عین الرباء یعنی خالص سود ہے۔

## حواشی

(١) بداية المجتهد' ج٢' ص ١٢٩ ۔ المغنی' ج٤' ص١

(٢) المغنی' ج٤' ص ١' بداية المجتهد۔

(٣) روح المعانی' ج٣' ص ٥٠

(٤) صحیح مسلم' کتاب المساقاة' باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا۔
(٥) صحیح مسلم' کتاب المساقاة' باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا۔
(٦) شرح النووی علی صحیح مسلم' ج ١١' ص ٩۔
(٧) الجامع لأحکام القرآن' ج٣' ص ٣٥٢۔
(٨) صحیح مسلم' بشرح النووی' ج ١١' ص ٢٤۔
(٩) اعلام الموقعین' ج ١' ص ٢٦١۔
(١٠) اشراق فروری ٢٠٠٧' ص ٣١۔
(١١) تفسیر کبیر' ج٧' ص ٨٥۔
(١٢) موطا امام مالك' کتاب البیوع' باب ما جاء فی الربا فی الدین۔
(١٣) سنن ابن ماجه' کتاب التجارات' باب التغلیظ فی الربا۔
(١٤) صحیح البخاری' کتاب البیوع' باب بیع الدینار بالدینار نساء۔
(١٥) صحیح مسلم' کتاب المساقاة' باب بیع الطعام مثلا بمثل۔
(١٦) صحیح مسلم' بشرح النووی' ج ١١' ص ١٢۔ جامع الاصول' ج ١' ص ٤٦٨۔
(١٧) صحیح البخاری' کتاب الوکالة' باب اذا باع الوکیل شیئا فاسدا فبیعه مردود' رقم ٢١٤٥۔

## بقیہ: ترجمۂ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح

قَالَ : کہا
اِبْرٰھٖمُ : ابراہیمؑ نے
فَاِنَّ : (اچھا تو) پھر یقیناً
اللّٰہَ : اللہ
یَاْتِیْ : لاتا ہے
بِالشَّمْسِ : سورج کو
مِنَ الْمَشْرِقِ : مشرق سے
فَاْتِ : پس تو لا
بِھَا : اس کو
مِنَ الْمَغْرِبِ : مغرب سے
فَبُھِتَ : پس (اس طرح) ششدر رہ گیا
الَّذِیْ : وہ جس نے
کَفَرَ : انکار کیا
وَاللّٰہُ : اور اللہ
لَا یَھْدِی : ہدایت نہیں دیتا
الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ : ظالم قوم کو

نوٹ : استادِ محترم حافظ احمد یار صاحب ؒ نے نشاندہی کی ہے کہ لفظ ابراہیم سورۃ البقرۃ میں ''ی'' کے بغیر یعنی ''اِبْرٰھٖم'' لکھا گیا ہے' جبکہ باقی قرآن مجید میں اسے ''ی'' کے ساتھ یعنی ''اِبْرٰھِیْم'' لکھا گیا ہے۔